رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸

شرح چندہ
سالانہ ۵
ششماہی ۳
سہ ماہی .... عہ

قیمت فی پرچہ (۲؍)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

شرح چندہ
سالانہ ۵
ششماہی ۳
سہ ماہی .... عہ

قیمت پرانا پرچہ (۴؍)

جلد ۳ | ۲۸ اردی بہشت ۱۳۵۳ف | ۷ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ | یکم اپریل ۱۹۴۴ء شنبہ | نمبر ۱۸

فلسطین متعلق پریسیڈنٹ روزولٹ کا اعلان

اور اس کا ردعمل

۱۰ مارچ ۱۹۴۴ء کو یہودی تحریک کے نمائندوں نے ایک بیان شائع کیا جس میں پریسیڈنٹ روزولٹ کی جانب سے یہ اعلان کیا گیا کہ امریکہ فلسطین کے متعلق برطانیہ کی اس پالیسی سے متفق نہیں جس کی رو سے فلسطین میں ۷۵ ہزار سے زیادہ مزید یہودیوں کو داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے گی۔ ۳۱ مارچ ۱۹۴۴ء کو یہودیوں کے فلسطین میں داخل ہونے کا خاتمہ ہوگا۔ صدر روزولٹ نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا کہ آئندہ جب فیصلے کئے جائیں گے تو حکومت امریکہ فلسطین میں یہودی قومی وطن قائم ہونے کی تجویز سے ہمدردی رکھتے ہوئے کوشش کرے گی کہ اس معاملہ کا تصفیہ منصفانہ طور سے ہو۔ آخر میں صدر امریکہ نے یہ بھی کہا کہ وہ یہودیوں کے ساتھ اس وجہ سے خاص طور سے ہمدردی رکھتے ہیں کہ وہ نازی [illegible] نظام کے ستائے ہوئے ہیں۔

صدر امریکہ کے اس اعلان نے تمام دنیائے اسلام میں سخت بے چینی پیدا کردی ہے۔ مصر، عراق اور نجد کی حکومتوں نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ ہندوستان کے مسلمان بھی مضطرب ہیں۔ جمعیۃ العلماء ہند نے ۱۰ مارچ کو سارے ہندوستان میں "یوم فلسطین" منائے جانے کا اعلان کیا ہے۔ صدر مسلم لیگ مسٹر جناح نے حکومت برطانیہ کو احتجاجی تار بھیجا ہے اور صوبہ متحدہ کی مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے اپنی ایک تجویز میں برطانوی حکومت کو متنبہ کیا ہے کہ اگر اس نے وائٹ پیپر کی پالیسی سے کہیں انحراف کیا تو ایک مستقل ناراضگی اور مخالفت نہ صرف عربی دنیا میں ہوگی بلکہ مسلمانان ہند میں بھی انتہائی ناراضگی پیدا کردے گی جس کے نتائج نہایت ناخوشگوار ہوں گے۔ لیگ کی طرف سے صوبہ متحدہ میں ۳۰ مارچ کو یوم فلسطین منایا جائے گا۔ ہندوستان کے تمام مسلم اخبارات متفقہ طور پر امریکہ کی [illegible] کی مذمت کر رہے ہیں۔

فلسطین کا مسئلہ پرانا ہے۔ گزشتہ جنگ عظیم کے دوران میں برطانوی حکومت نے عربوں سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ ترکوں کا ساتھ چھوڑ دیں تو انہیں آزادی مل جائے گی۔ جنگ کے خاتمہ پر یہودی سرمایہ داروں نے برطانوی حکومت پر اثر ڈال کر اس سے یہ وعدہ لے لیا کہ فلسطین میں یہودی قومی وطن قائم کیا جائے گا۔ اس یہودی مطالبہ کے پیچھے [illegible] سرمایہ دار تحریک صیہونیت کے بانی [illegible] کام کر رہے تھے۔ فلسطین کے مسلمان و عیسائی عربوں کی جمہوری رائے کو ٹھکرا کر یہودیوں نے فلسطین کو بھرنا شروع کیا۔ [illegible] عربوں کی زمین ان سے خرید لی گئی اور کیفیت یہ ہوگئی کہ وہ ملک جہاں کی مجموعی آبادی ۱۹۱۸ء میں [illegible] تھی اس میں یہودیوں کی تعداد [illegible] سے بڑھ کر [illegible] لاکھ ہوگئی۔

فلسطین کی معاشی زندگی پر یہودی [illegible]

[illegible]

بالکل متناقض [illegible] عربوں کو آزادی کیا ملتی، اب تو خطرہ یہ ہوگیا کہ وہ خود اپنے ملک میں پست و ذلیل ہو کر رہ جائیں۔ ان حالات کے خلاف فلسطین میں زبردست قومی تحریک اٹھی [illegible] اور آخر [illegible] برطانیہ کو پالیسی بدلنی پڑی۔ اور ۱۹۳۹ء کے شروع میں وہ اعلان ہوا جس میں یہ کہا گیا کہ:

(۱) فلسطین کو یہودیوں کی ریاست نہیں بننے دیا جائے گا اور ان کے مہاجرین کی سالانہ تعداد [illegible] مقرر کردی گئی۔

(۲) اراضی کی فروخت کے لئے ہائی کمشنر کی منظوری ضروری قرار دی گئی۔

(۳) اس قانون [illegible] کہ پانچ سال بعد عربوں اور یہودیوں کے نمائندوں کی ایک مشترکہ [illegible] حکومت [illegible] فلسطین کا دستور اساسی مرتب کرے گی [illegible] اور برطانوی اقتدار ختم ہو کر ایک آزاد [illegible] فلسطین قائم ہو جائے گی۔

بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۵

مملکت
ہفتہ وار

جلد ۳ | ۲۸ اردی بہشت ۱۳۵۳ف | نمبر ۱۵

کیا بڑھی ہوئی قوت خرید کو بے مہار چھوڑ دیا جائے؟

برطانوی ہند کے مختلف ادارے اس تحقیق میں مصروف ہیں کہ زمانۂ جنگ کی معاشیات زمانۂ امن کی معاشیات سے کن کن باتوں میں مختلف ہے اور جدید معاشی مسائل کو کیونکر حل کیا ہے۔ جنگ کی نسبت تحقیقات کی جا رہی ہے ان کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں

(۱) کیا وہ طبقہ جو پہلے غریب کہلاتا تھا اب بھی اس پرانی تعریف کا مصداق ہے؟ یا اس کا کچھ حصہ اوپر متوسط طبقہ کی سطح پر پہونچ چکا ہے؟

(۲) حالات جنگ کی وجہ سے عوام کی آمدنی میں جو اضافہ ہوا ہے وہ کن مدات میں صرف ہو رہا ہے؟

اس خصوص میں معاشیات کے محققین اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ:-

(۱) جنگ سے پہلے جو طبقہ غریب کہلاتا تھا اس کا [illegible] حصہ اب ادنیٰ متوسط طبقہ کی فہرست میں داخل ہو گیا ہے۔

(۲) حالات جنگ کی وجہ سے عوام کی آمدنی میں جو اضافہ ہوا ہے اس کا دسواں حصہ [illegible] تعیشات میں صرف ہو رہا ہے

یہ نتائج محض قیاسی نہیں ہیں بلکہ ماہرین معاشیات کی اس طویل اور تفصیلی تحقیق پر مبنی ہیں جو ہزارہا افراد کے گھریلو بجٹ کی جانچ پڑتال کے ذریعہ کی گئی تھی۔

ممالک محروسہ کے شہری رقبوں میں بھی بڑھی ہوئی آمدنی کے اثرات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ اور یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ بجز ان طبقوں کے جن کی آمدنی معین اور محدود ہے عام طور پر آمدنی کے معیار میں اضافہ ہو گیا ہے اگرچہ برطانوی ہند کے مقابلہ میں یہ اضافہ کم ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زمانہ جنگ میں کیا عوام کو جبکہ ہر چیز گراں ہے اپنی پوری آمدنی صرف کر دینی چاہیے یا مابعد جنگ پیدا ہونے والی کساد بازاری کے لئے کچھ پس انداز رکھنا چاہیے۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا تعلق ملک کے ہر فرد سے ہے۔

برطانوی ہند میں افراط زر کے مضر اثرات کو روکنے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔ مثلاً شرح انکم ٹیکس میں اضافہ کیا گیا، زائد نفع اندوزی پر محصول عائد کیا گیا وغیرہ وغیرہ۔ صوبہ جات بہار، اڑیسہ، آسام اور ریاست ٹراونکور نے زرعی آمدنی پر بھی ٹیکس عائد کر دیا ہے۔ برطانوی ہند کی اکثر ریاستوں نے انکم ٹیکس، تفریحی ٹیکس اور محصول [illegible] رسانی میں اضافہ کر دیا ہے۔ بعض شہروں میں اس امر پر غور کیا جا رہا ہے کہ قوت برقی کی بل پر [illegible] فی صد ٹیکس عائد کیا جائے ان تدابیر کا ایک اچھا اثر یہ مرتب ہو رہا ہے کہ عوام کی قوت خرید کو غلط راستے سے ہٹایا جا رہا ہے اور ان کی زائد آمدنی قومی تعمیر کے کاموں پر صرف ہو رہی ہے۔

ایک دوسری بات جو غور طلب ہے یہ ہے کہ حالات جنگ کی وجہ سے حکومتوں یا بلدیات کی آمدنی میں اتنا اضافہ نہیں ہوا جتنا کہ ان کے اخراجات میں ہوا ہے۔ اگر یہ ادارے اپنی آمدنی اور خرچ میں توازن قائم رکھنا چاہیں تو اس کی صرف دو صورتیں ہو سکتی ہیں:-

(۱) یا تو وہ جدید محصولات کے ذریعہ اپنی آمدنی میں اضافہ کریں یا

(۲) قرضے حاصل کریں

آخر الذکر صورت اس لئے درست نہیں کہ قرضے حاصل کر کے موجودہ اخراجات کا بار آئندہ نسلوں پر ڈالنے کے مترادف ہوگا۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جو طبقے حالات جنگ کی وجہ سے کثیر منافع حاصل کر رہے ہیں وہی طبقے ان اخراجات کا بار بھی برداشت کریں جو حالات جنگ کی وجہ سے عائد ہو رہے ہیں۔ اور اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ نفع اندوز طبقوں پر محصولات کا بار عائد کیا جائے۔ اور اس آمدنی سے جنگ سے متعلق اخراجات کی پابجائی کی جائے۔ زمانہ جنگ کی مالیات کو متوازن کرنے کا یہی ایک طریقہ دنیا بھر میں رائج ہے۔

اب رہ جاتا ہے یہ سوال کہ اس کساد بازاری کا مقابلہ کرنے کے لئے جو جنگ کے بعد پیدا ہوگی کیا تدابیر اختیار کی جائیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان افراد کو جو زمانہ جنگ میں کثیر نفع کما رہے ہیں قانوناً مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی بڑھی ہوئی آمدنی کا کچھ حصہ محفوظ کر دیں۔ اس طرح جمع کی ہوئی رقم تعمیر کے کاموں پر صرف کی جا سکتی ہے۔

یہ وہ تدابیر ہیں جن پر عمل کرنے سے ایک طرف افراط زر کی امکانی خرابیوں کا سد باب ہو سکتا ہے اور دوسری طرف افراد کی قوت خرید گھٹنے سے نہ صرف اشیاء کی قیمتیں گھٹ سکتی ہیں بلکہ وہ روپیہ جو لہو و لعب اور تعیشات پر صرف ہو رہا ہے مفید اغراض کی تکمیل میں صرف ہو سکتا ہے ہمیں توقع ہے کہ ارباب حکومت اور پبلک کارکن ان مسائل پر سنجیدگی دل سے غور کریں گے۔

حیدرآباد کے مختلف فرقوں میں اردو کی مقبولیت

ادارۂ ادبیات اردو کی سرگرمیاں

گزشتہ ہفتہ ادارۂ ادبیات اردو کا جلسہ تقسیم اسناد و انعامات حضرت معظم جاہ بہادر کی صدارت میں بمقام ٹاؤن ہال منعقد ہوا اور شہزادی نیلوفر فرحت بیگم صاحبہ نے اسناد اور انعامات تقسیم فرمائے یہ ادارہ تقریباً ۱۳ سال سے اردو ادب کی اشاعت میں مصروف ہے گو اس کا اہم کارنامہ تعلیم بالغان کے شعبہ کا قیام ہے جو گزشتہ چار سال سے سرگرم عمل ہے اور خواندگی کی مہم کو آگے بڑھا رہا ہے۔ اس شعبہ کا مقصد یہ ہے کہ بڑی عمر کے ایسے اشخاص کے جنہیں تعلیم سے بہرہ مند ہونے کا موقع نہ مل سکا یا جو دوسری زبانوں میں پڑھے لکھے ہیں لیکن اردو سے واقف نہیں ہیں اردو کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ اسی طرح ان عورتوں کے لئے بھی اردو کی تعلیم کا انتظام ہو جو سرکاری مدارس سے استفادہ نہیں کر سکتیں۔

ادارہ کی روئداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسب ذیل امتحانات کا انتظام کیا گیا ہے (۱) اردو دانی (۲) اردو زبان دانی (۳) اردو عالم (۴) اردو فاضل (۵) خوش نویسی۔ اس ادارہ کے اردو امتحانات کی مقبولیت نہ صرف بلدہ اور اضلاع تک محدود ہے بلکہ اس کے مراکز حیدرآباد کے باہر بمبئی، مدراس، صوبہ متوسط اور میسور میں بھی قائم ہو گئے ہیں۔ ۱۳۴۸ف میں ادارہ نے اردو دانی کا پہلا امتحان لیا۔ پہلے امتحان میں (۴۰) امیدوار شریک ہوئے اور (۳۲) کامیاب ہوئے۔ دوسرے امتحان میں (۱۰۹) امیدواروں نے شرکت کی اور (۹۳) امیدوار کامیاب ہوئے۔ اسی طرح ۱۳۵۲ف میں (۴۰۰۰) [illegible] آدمی پڑھے لکھے بنائے گئے۔ روئداد میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ:-

(۱) ان اردو امتحانات میں ہر مذہب و ملت اور طبقے کے امیدوار شریک ہوتے رہے ہیں اس سال امتحان اردو عالم میں ایک ہندو امیدوار [illegible] اول آئے، گویا [illegible] حیثیت [illegible] اول آئے، اسی طرح [illegible] غیر مسلم امیدوار [illegible]

نے اردو اخبار کے ساتھ کامیابی حاصل کی ہے۔

وہ افراد اور ادارے جو وقت بے وقت یہ شور مچاتے رہتے ہیں کہ اردو کو ذریعہ تعلیم بنا کر حکومت سرکار عالی نے ہندو طلبہ کو تعلیم سے محروم رکھا وہ اور انکا وہ بیانات اردو کی روداد کا بغور مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ ان کا اعتراض کس قدر حقائق سے دور ہے۔ ہم نے بارہا واضح کیا ہے کہ اردو جیسا کہ آپ کے مختلف فرقوں اور طبقوں کی مشترکہ زبان ہے۔ وہ نہ صرف ملک کے ہر گوشہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے بلکہ غیر مسلم طلبہ نہایت ذوق و شوق سے اردو سیکھتے ہیں جس کا ثبوت ادارہ ادبیات اردو جیسے نامی ادارہ کی روداد سے ملتا ہے۔ اردو کے خلاف بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر جو شور مچایا جا رہا ہے اس کے پیچھے چند سیاسی محرکات کارفرما ہیں۔

اردو ادب کی اشاعت میں حیدرآباد اور حیدرآباد سے باہر بہت سی انجمنیں مصروف ہیں۔ اس لئے ہم ادارہ ادبیات اردو کے کارکنوں کو یہ مشورہ دیں گے کہ وہ اپنی توجہ مرکوز کے مقابلہ میں تعلیم بالغان کی مہم پر زیادہ توجہ کریں اس مہم کی کامیابی ملک کے لئے ایک فال نیک اور دوررس نتائج کی حامل ہوگی۔ ہم ادارہ کے کارکنوں کو اس مستحسن اقدام پر مبارکباد دیتے ہیں۔

غریب طبقے روز غلہ خرید سکتے ہیں

ہوا! اردی بہشت ۱۳۵۸ف میں غلہ کی جو عارضی چیٹھیاں تقسیم کی گئی تھیں اس سے متعلق یہ اعلان کیا گیا تھا کہ ہر چیٹھی پر ہفتہ میں ایک یا دو بار غلہ خریدا جاسکتا ہے لیکن بعد میں محکمہ راشن بندی کو معلوم ہوا کہ غریب طبقے روز کا روز غلہ خریدنے پر مجبور ہیں اور ہفتہ میں ایک یا دو بار غلہ خرید نہیں سکتے۔ اس لئے دوکانداروں کو اب یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک یا دو بار غلہ بیچنے کی بجائے خواہش مندوں کو روز کا روز بھی بیچ سکتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ ایسے اشخاص دوکاندار سے رسید لیکر چیٹھی اس کے پاس چھوڑ دیں۔ دوکاندار ان کی چیٹھی اپنے پاس حفاظت سے رکھے گا۔ اور روز کا روز دیگا اس طرح راشن کا غلہ بھی وہ مقدار جو چیٹھی پر درج ہوگی، مہینہ کے بعد وہ چیٹھی کے ایک خانہ میں چلیبا بنا دے گا۔ امید ہے کہ اس انتظام سے غریبوں کو بڑی سہولت ہوگی۔

(۲) بعض لوگوں کی یہ بھی خواہش ہے کہ انہیں مہینہ میں ایک بار غلہ خریدنے کی اجازت دی جائے جو مہینہ بھر کا غلہ یکمشت خریدنے کی اجازت دی جائے تو ممالک محروسہ کے مختلف گوداموں سے شہر کو غلہ منتقل کرنے میں حسب و نقل کی دقتیں

نہ ہوں تو ان کو یہ سہولت بھی دی جاسکتی تھی لیکن موجودہ حالات میں یہ ممکن نہیں ہے اس لئے ہفتہ بھر کی ضرورت کے لئے زیادہ مقدار خریدنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی

(۳) دوکانداروں کو صاف کیا ہوا اناج دینے کی کوشش کی جا رہی ہے جب یہ انتظامات مکمل ہو جائیں گے تو یقین ہے کہ اچھا اناج مل سکے گا۔

(۴) عوام کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ غلہ کی فراہمی اور تقسیم کا تعلق محکمہ راشن بندی سے نہیں ہے بلکہ محکمہ راشن بندی راشن کارڈ تقسیم کرتا ہے اور اس کی نگرانی کرتا ہے کہ اجازت پائے ہوئے دوکاندار راشن کارڈ پیش کرنے پر مقررہ نرخوں پر غلہ بیچ رہے ہیں یا نہیں۔ اگر عوام ضبط و تحمل سے کام لیں تو توقع ہے کہ بہت جلد جملہ انتظامات مکمل ہو جائیں گے اور انہیں کسی شکایات کا موقعہ نہ ہوگا۔

تاوان کی وصولیابی کے متعلق موجودہ انتظامات میں توسیع

(پریس نوٹ)

عدالت ہائے فوجداری طبقہ سرکار عالی و علاقہ متصلہ کے عائد کردہ تاوان کی وصولیابی کے سلسلہ میں جو انتظامات حکومت سرکار عالی اور نظامت و تاریخ کے مابین فی الوقت رائج ہیں ان کو وسیع کرنے کی غرض سے صدر اعظم بہادر باجلاس باب حکومت سرکار عالی نے رزولیوشن (۴۹/۱) مورخہ ... کو منظور کیا ہے جو ذیل کے حسب ذیل قواعد جاری کئے گئے ہیں۔

۱۔ تمام ناظمان عدالت ہائے فوجداری علاقہ سرکار عالی مجاز ہیں کہ وہ کسی ایسے شخص کی منقولہ جائداد سے جو ان کے حدود اراضی میں رہتا یا جائداد منقولہ رکھتا ہو جرمانے اور دیگر مطالبات وصول کریں جو کہ ضابطہ فوجداری ہند قابل وصول ہوں۔ اور جن کو عدالت ہائے فوجداری علاقہ متصلہ نے ایسے علاقہ میں عائد کیا ہے جو ممالک سرکار عالی میں واقع ہیں پر لیکن ... سے ... آف ... باب حکومت کی اجازت قبل ازیں حاصل کی گئی ہو۔

۲۔ ناظم عدالت فوجداری جو ایسے جرمانہ یا مطالبات کو تحت ضابطہ فوجداری ہند وصول کرے جو جرمانوں اور مطالبات کے وصول کرنے کے متعلق وہی اختیارات عمل میں لائے گا جو اس صورت میں وہ عمل میں لاتا جبکہ جرمانے اس نے خود کئے ہوئے یا مطالبات ضابطہ فوجداری سرکار عالی کی رو سے قابل وصول ہوتے اور جہاں کہ عدالت اجازت دیں وہ ضابطہ فوجداری و تعزیرات سرکار عالی کے احکام کے مطابق عمل کریگا۔

۳۔ جب ایسا جرمانہ یا مطالبہ تحت ضابطہ فوجداری ہند وصول ہو جائے تو وصول شدہ رقم ناظم متعلقہ کو منتقل

مشہور عدالت دکو توالی و امور عامہ صاحب عالیشان بہادر کے پاس بھیج دیگا اگر اس کا وصول ہونا ممکن نہ ہو تو عدم وصولیابی پر اس مضمون کی شرح کر دی جائے گی۔ اور وارنٹ بو ساطت صیغہ واپس کر دیا جائیگا۔

۴۔ جب کوئی عدالت فوجداری علاقہ سرکار عالی یہ مناسب سمجھے کہ جو جرمانہ اس نے کیا ہے یا جو مطالبات ضابطہ فوجداری آصفیہ وصول طلب ہے کسی ایسے شخص سے یا ایسی جائداد کی قرقی و فروخت سے وصولیاب کیا جائے جو ان مقامات ممالک محروسہ سرکار عالی کے کسی ضلع کے حدود اراضی میں موجود یا واقع ہو جن کے متعلق اختیارات حضرت اقدس و اعلیٰ نے ہزاکسلنسی گورنر جنرل بہادر کونسل کو تفویض کر دیئے ہیں۔ اور جہاں گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل بو ساطت صاحب عالیشان بہادر ان اختیارات کا استعمال کرتے ہیں تو وہ وارنٹ عدالت متعلقہ میں تعمیل کرنے بو ساطت مہتمم عدالت دکو توالی و امور عامہ بھیج دے گا۔ (معلومات عامہ)

جنگ کا دائمی انسداد

از

رائٹ آنریبل سرینواس شاستری

جنگ کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنا نوع انسانی کے لئے بڑی دلچسپی کی چیز ہے۔ گزشتہ جنگ عظیم کے بعد یہی توقع کی جا رہی تھی مگر معاہدہ ورسائی کے بعض سنگین نقائص کی وجہ سے یہ توقع پوری نہ ہو سکی اور آج ہم اس سے زیادہ عظیم اور تباہ کن جنگ سے گزر رہے ہیں۔ سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ زندگی کو تباہ کرنے کی جو قوتیں پیدا ہو گئی ہیں ان سے آئندہ جنگ بہت مہلک ثابت ہوگی۔ اس لئے یہ سمجھتے ہیں کہ جس تمدن کو اب ہم بچانے کی توقع رکھتے ہیں وہ آئندہ تباہ ہو جائے گا۔ اس لئے دنیا کے تمام لوگ ... ہیں کہ دنیا انسان یہ امید باندھ رہے ہیں اور یہ دعا کر رہے ہیں کہ آئندہ صلح کانفرنس میں اس لعنت کو ہمیشہ کے لئے ختم کیا جائے۔

جنگ کے دائمی انسداد کے کیا امکانات ہیں؟ وہ حالات کیا ہیں جو امن کو دائمی بنا سکتے ہیں؟ اور اس عام بے چینی کو پیدا کرنے والے اسباب کیا ہیں؟ جو لوگ صلح کانفرنس میں شریک ہوں گے اگر انھوں نے ان گتھیوں کو سلجھا لیا تو وہ ایک مستقل اور دیرپا امن کے حصول کے لئے ہر قسم کو تیار کریں گے۔ جو قوم مستقبل میں پہلے اعلان جنگ کرے اس کی مذمت کے لئے کوئی موزوں لفظ نہیں ملتا۔ ہمارے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ آئندہ اس بات کو ناممکن بنا دیں کہ کوئی قوم اپنے اطمینان کے لئے جنگ کا طریقہ اختیار کرے۔ یہ امید رکھنا درست نہ ہوگا کہ مستقبل میں ان اقوام کے مابین جو مختلف طرز حکومت، مختلف مفادات اور مختلف تنازعات رکھتی ہیں شدید اختلافات پیدا نہ ہوں گے۔ جب تک ایسی قومیں موجود ہیں جو سیاسی اور معاشی اعتبار سے دوسری قوموں سے اپنے آپ کو مختلف سمجھتی ہیں وقتاً فوقتاً ایسے اختلافات پیدا ہوتے رہیں گے جن کو رفع کرنا آسان نہ ہوگا اور جن سے انسانی سمجھداری کی ہم آہنگی میں خلل پڑتا رہے گا۔ لیکن جنگ کے بجائے ہمیں ایسے طریقے اختیار کرنے پڑیں گے جن سے قوت کا استعمال غیر ضروری ہو گا۔ یہ طریقے دو قسم کے ہیں۔ ایک باقاعدہ بین الاقوامی عدالت میں نزاعی امور کا تصفیہ یا ثالثی کا پر امن طریقہ۔ اقوام کے جذبات کتنے ہی شدید ہوں ان کے غرور کو کتنی ہی ٹھیس لگی ہو انہیں ان فیصلوں کی پابندی کرنی پڑے گی جو ان طریقوں سے صادر کئے جائیں۔ جنگ کے غیر یقینی اور مہلک طریقوں کے بجائے اقوام کو پر امن طریقوں سے اپنے اختلافات رفع کرنے پڑیں گے خواہ ان کے نتائج ان کے موافق ہوں یا خلاف۔

اس حل میں جو چیز حائل ہے وہ اقتدار اعلیٰ کا تصور ہے۔ وہ ایک سیاسی تصور ہے جس کا ہر قوم بہت احترام کرتی ہے۔ اقتدار اعلیٰ کے اس تصور اور اس کے مضمرات سے اقوام بڑی شدت اور بڑے فخر کے ساتھ چمٹی ہوئی ہیں۔ میرا اشارہ ان آزاد اقوام کی طرف ہے جن کے نزدیک اقتدار اعلیٰ کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ آزاد اقوام کبھی ایسی چیز پر متفق نہ ہوں گی جس سے ان کے اقتدار اعلیٰ کے گھٹنے کا بعید سا امکان ہو۔ بہر حال ہم ارتقا کی ایسی منزل پر پہنچ چکے ہیں جہاں اقتدار اعلیٰ کے تصور کو خواہ وہ کتنا ہی اہم ہو کسی قدر قربان کرنا پڑے گا۔ جن لوگوں کی نظریں نوع انسانی کے مستقبل پر لگی ہوئی ہیں وہ اقتدار اعلیٰ کے تصور کو اس کے پورے مضمرات کے ساتھ برقرار رکھنے پر متفق نہیں ہو سکتے۔ اقتدار اعلیٰ کی ایک بڑی خصوصیت اعلان جنگ اور صلح کرنے کا اختیار ہے۔ ہم اقوام سے یہ مطالبہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے ہمسایوں کے خلاف جنگ کرنے کے حق سے دست بردار ہو جائیں۔ ہم ماضی کی جنگوں سے واقف ہیں۔ چند جنگ سے کاشتکاروں کے مشاغل میں خلل نہیں پڑتا تھا اور کوئی قوم بہ حیثیت مجموعی تباہ نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اب جنگ کی وہ حالت نہیں ہے۔ موجودہ جنگ کے چار سال اقوام کے افراد، گھروں کو تباہ کرنے اور پانچ نسلوں تک اقوام کو گھسیٹنے یا سسکنے کے لئے کافی ہیں۔ چونکہ جنگ اس قدر مہلک ہو گئی ہے اس لئے اس کا انسداد ایک ایسی چیز سے ہو سکتا ہے جس پر مدبرین متفق نہیں ہو سکتے یعنی اقتدار اعلیٰ کی ایک خصوصیت اعلان جنگ کرنے کے اختیار سے دست بردار ہونا۔ اقوام سے ہم جو مطالبہ کر رہے ہیں وہ شدید ہے لیکن اس کے فوائد بے شمار ہیں۔ انسان جنگ کی ہولناکیوں سے بچ جائے تو کیا کچھ نہیں کر سکتا۔ اقوام مستقبل میں اپنی خوشحالی میں کیا کچھ اضافہ نہیں کر سکیں۔

یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے جو ہم دائمی اور دیرپا امن کا ذکر کر رہے ہیں۔ ہم نے ۱۹۱۹ء میں بھی یہی کہا تھا۔ لیکن ہم سے بعض سنگین غلطیاں ہوئیں لیکن اب دنیا کے قائدین کا فرض ہے کہ امن قائم کریں اور ان غلطیوں کا اعادہ نہ کریں۔ ان میں سے ایک غلطی یہ تھی کہ جب انھوں نے ایک بین الاقوامی ادارہ قائم کیا تو اس ادارہ کو اپنے فیصلے نافذ کرنے کا اقتدار نہیں دیا۔ صرف اقوام کو یہ مشورہ دیا جاتا تھا کہ وہ دنیا کو پھر ایک مصیبت میں نہ جھونک دیں۔

آئندہ اگر جمعیت اقوام جیسا کوئی ادارہ قائم ہو اور کوئی قوم جمعیت اقوام کے فیصلہ کی پابندی نہ کرے تو جمعیت کو یہ اقتدار حاصل رہنا چاہئے کہ اس خاطی قوم سے اپنا فیصلہ بزور قوت منوا سکے۔ جو جمعیت اقوام ۱۹۱۹ء میں قائم ہوئی تھی اس نے جاپان، اٹلی اور جرمنی کے خلاف جنگ کے تمام طریقے اختیار کئے۔ جمعیت اقوام کو جنگ کرنے کا اختیار نہیں تھا۔ اس کے پاس کوئی فوج نہیں تھی۔ لہٰذا مستقبل میں بہتر یہی صورت ہوگی کہ ہر قوم چاہے بڑی ہو یا چھوٹی، اہم ہو یا غیر اہم اپنی فوجیں برخاست کر دے اور ایک بین الاقوامی ادارہ کو فوجی اختیار ہو اور اس ادارہ میں اقوام عالم کو کافی اور مناسب نمائندگی حاصل رہے۔ دنیا کی کوئی قوم چاہے وہ امریکہ ہو یا برطانیہ، روس ہو یا چین (جو فاتح اقوام میں سے ہوں گی) اسلحات رکھنے کی مجاز نہ ہوں۔ لیکن کیا ہم پریسیڈنٹ روزولٹ اور مسٹر چرچل کو راضی کر سکتے ہیں کہ وہ فوجیں برخاست کر دیں جو اس وقت دنیا کو اور تمدن کو بچا رہی ہیں؟

اگر یہ ضروری ہے کہ صلح فوجیں صرف ایک بین الاقوامی ادارہ کے اقتدار میں رہیں تو اس مسئلہ کی نسبت ان قوموں کا نقطۂ نظر کیا ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ انھوں نے کوئی امید افزا بات کہی ہے۔ منشور اوقیانوس کے مطابق عمل آور اقوام کو بے ہتھیار کرنا ضروری ہے یعنے وہ قومیں جنھوں نے امن عالم کو خطرہ میں ڈالا ہے جیسے جرمنی، اٹلی اور جاپان۔ اس کے علاوہ امن پسند اقوام سے اسلحات کے بوجھ کو ہلکا کرنے میں مدد دی جائے گی۔ اقوام متحدہ امن پسند قومیں ہیں۔ ان کی حد تک کامل تخفیف اسلحہ عمل میں نہ آئے گی اور دوسری قوموں کی حد تک مکمل تخفیف اسلحہ عمل میں لائی جائے گی۔ یہ آئندہ جنگ کا پیش خیمہ ہے۔ اولاً یہ ایک مہمل بات ہے کہ بعض قوموں کو جنگجو اور بعض قوموں کو امن پسند کہا جائے۔ اس کی کون ضمانت دے سکتا ہے کہ کل برطانیہ ایک جنگجو قوم نہیں بنے گا یا امریکہ ہمیشہ امن پسند رہے گا؟ اس میں شک نہیں کہ امریکہ ایک وسیع ملک امن پسند رہا ہے اور برطانیہ اپنے مقبوضات پر مطمئن ہے لیکن کون ضمانت دے سکتا ہے کہ امریکہ یا روس کی آئندہ نسلیں اسی طرح امن پسند رہیں گی۔ ان کے اوزار بدلتے رہیں گے۔ میری رائے میں اور ڈاکٹر ... کی رائے ہے یہ کہنا ایک مہمل بات ہے کہ جو قومیں آج برسر جنگ ہیں وہ کل جنگ کو غیر ضروری تصور کریں گی۔ جو قومیں جنگ سے فارغ ہوتی ہیں کچھ عرصہ تک جنگ کا خیال نہیں کرتیں۔ ایک قوم میں فوج کا وجود ہی یہ خواہش پیدا کرتا ہے کہ فوج کو استعمال کیا جائے۔ جن قوموں کے پاس فوج ہوتی ہے ان میں کسی نہ کسی وقت جنگ کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ صلح کانفرنس میں ایسے لوگ دائمی امن قائم کر سکتے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ نوع انسان کو نہ صرف جنگ سے بچایا جائے بلکہ جنگ کے خوف سے بھی۔

ایک اور وجہ سے بھی اس کی ضرورت ہے۔ جو قومیں پہلے ماتحتانہ پوزیشن پر قانع تھیں اب نہیں رہیں۔ آبادی کا ہر حصہ خواہ وہ کتنا ہی حقیر ہو، خود ارادیت چاہتا ہے۔ رنگین قومیں زرد ہوں یا سیاہ معاشی غلامی میں مبتلا رہی ہیں۔ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت آزادی کی سب سے بڑی علمبردار امریکی قوم کے نزدیک حبشیوں کا ایک مسئلہ ہے۔ برطانیہ کا سلوک سیاہ اقوام کے ساتھ وہ نہیں رہا جو سفید فام اقوام کے ساتھ رہا ہے۔ رنگین اقوام کی

بقیہ مسلسل صفحہ ۱۰

حیدرآباد کی غذائی صورت حال

محکمہ رسد سرکار عالی کا بیان

حیدرآباد کے غذائی مسئلہ سے متعلق عوام میں بڑی غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں اور یہ کہا جا رہا ہے کہ غذائی اجناس کو بیرون ممالک محروسہ برآمد کیا جا رہا ہے۔ حکومت عوام کو وثوق کے ساتھ اطمینان دلانا چاہتی ہے کہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عام حالات میں ممالک محروسہ سرکار عالی سے ہر سال تقریباً پچاس ہزار تا ایک لاکھ ٹن غذائی اجناس کی خاص برآمد عمل میں آتی تھی۔ اس سالانہ اوسط کے مقابلہ میں سال گذشتہ یعنی ۱۳۵۲ف میں ۴۵ ہزار ٹن برآمد کئے گئے اور ۱۳۵۳ف کے دوران میں صرف دو ہزار ٹن وہ اجناس برآمد کئے گئے جو نا گزیر ضرورت تھے مثلاً باجرہ راگی۔ کنگنی وغیرہ۔

چونکہ فصل خریف توقع کے مطابق نہیں ہوئی اس لئے حکومت سرکار عالی نے حکومت ہند کے علم و اطلاع سے مزید برآمدات ملتوی کر دیئے ہیں اور فصل ربیع کے دور ہونے کے بعد اس امر کا جائزہ لیا جائے گا کہ آیا مزید برآمد کی گنجائش نکل سکتی ہے یا نہیں۔ پس یہ بدگمانی کہ حکومت سرکار عالی ملک کی ضروریات کا لحاظ کئے بغیر اجناس خوردنی برآمد کر رہی ہے قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔

عوام کو غلہ کے حصول میں فی الوقت جو دقت پیش آ رہی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ غلہ کے بیوپاریوں نے کھلے بازار میں سرکار کے مقررہ نرخوں پر غلہ فروخت کرنا بند کر دیا ہے ان کی یہ خواہش اور کوشش رہی ہے کہ انھیں من مانے نفع کمانے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے۔ چونکہ ان کی زائد نفع اندوزی ملک کے غریب اور متوسط طبقوں کے لئے پریشانی کا باعث ہو رہی تھی اس لئے حکومت نے رعایا کی سہولت کی خاطر خاص ایسے نرخ مقرر کئے جو کاشتکار کے لئے مناسب ہوں اور عوام کی قوت خرید سے باہر نہ ہوں۔ عوام کو یاد ہوگا کہ اس تاریخ سے مال بازار سے غائب ہو گیا اور غلہ کی برآمد یا ممالک محروسہ میں غلہ کی قلت سے متعلق مبالغہ آمیز افواہیں پھیلنی شروع ہوئیں۔ ان غلط خبروں کی اشاعت کرنے والوں کا منشا یہی ہو سکتا ہے کہ عوام کی پریشانی سے متاثر ہو کر حکومت اجناس خوردنی کے نرخوں پر سے نگرانی اٹھائے۔ لیکن حکومت کے نزدیک بیوپاریوں کے جذبہ نفع اندوزی سے زیادہ غریب اور متوسط طبقوں کا مفاد مقدم ہے۔ اس لئے حکومت نے ان غلط افواہوں اور عوام کی عارضی تشویش کو اہمیت دیئے بغیر یہ تصفیہ کیا کہ کھیت سے بازاروں

تک غلہ لانے اور اس غلہ کی منصفانہ تقسیم کے فرائض وہ خود ادا کرے۔ یہ کام حکومت کے لئے کچھ بہت زیادہ خوشگوار نہ تھا لیکن اللہ کے عطا کئے ہوئے رزق کو اس کے بندوں تک پہنچانا ضروری تھا۔

اس غرض کی تکمیل کے لئے حکومت نے جو طریقہ کار اختیار کیا ہے اس کی وضاحت خالی از دلچسپی نہ ہوگی۔ اولاً حکومت نے یہ طے کیا کہ کاشتکار کی پیداوار کا ایک قلیل حصہ اس سے راست اور نقد قیمت ادا کر کے خریدے اور اس غلہ کو ہر ضلع کے گودام میں جمع کرے۔ ثانیاً حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن محدود کو جو سرکاری سرمایہ سے کاروبار کر رہا ہے یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ بازار میں سرکاری نرخوں پر جتنا مال مل سکتا ہے خرید لے۔ اس طرح کاشتکار سے راست خریدی کر کے اور حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کے ذریعہ بازاروں میں مال خرید کر کے حکومت نے اپنے ذخائر جمع کئے۔

اس کے بعد یہ معلوم کرنا ضروری ہوا کہ کس ضلع سے کتنی فاضل پیداوار دوسرے اضلاع کے لئے منتقل کی جا رہی ہے اور یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہوا کہ ہر ضلع کی غذائی ضروریات کیا ہیں تاکہ آئندہ فصل تک ممالک محروسہ کے کسی حصہ میں قلت اجناس کی شکایت نہ پیدا ہو۔ ان امور کا علم حاصل کرنے کے لئے اوائل فروری میں تعلقدار صاحبان کی ایک کانفرنس منعقد کی گئی اور مسلسل تین روز کے تبادلہ خیالات کے بعد یہ تجربہ ہوا کہ کس ضلع کی اقل ترین ضروریات کسی ضلع کی فاضل پیداوار سے پوری کی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ اس کا تخمینہ ہو گیا اور ہر ضلع کے لئے اس کی ضروریات کے مطابق غلہ کا نصاب مقرر کر دیا گیا۔

یہ انتظام اس نوعیت کا ہے کہ اگر کوئی ضلع اپنی حقیقی ضروریات سے زیادہ غلہ کا مطالبہ کرے تو حکومت کے لئے طلب و رسد کے درمیان توازن قائم رکھنا مشکل ہوگا اس لئے یہ احتیاط ضروری ہے کہ عہدہ داروں کو جہاں غلہ پیدا نہیں ہوتا بلکہ صرف ہوتا ہے (یعنی شہری رقبہ جات) کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی ضروریات کا اندازہ قائم کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیں۔ اسی احتیاط کا نام راشن بندی ہے چنانچہ عوام کو علم ہوگا کہ ہر ضلع کے مستقر پر چٹھیوں کے ذریعہ غلہ کی تقسیم عمل میں آ رہی ہے تاکہ ہر شخص کو اس کی ضرورت کا اناج حاصل کرنے میں دقت نہ ہو اور کوئی شخص اپنی ضرورت سے زائد غلہ ذخیرہ کر کے دوسروں کو ان کی روزمرہ ضروریات سے محروم نہ کر سکے۔

یہاں اس امر کا اعادہ کیا جاتا ہے کہ حکومت ذراعتی عوام کی پریشانیوں اور دشواریوں کو قبول کرنے پر صرف اس سے مجبور ہوئی کہ غلہ کا تاجر طبقہ اپنی خود غرضی کے تحت اپنے پیشہ سے دستبردار ہو گیا۔ اگر تاجر صرف عدم تعاون کی پالیسی پر عامل ہوتا تو پھر بھی حکومت کو موجودہ دستور سے دوچار ہونا نہ پڑتا لیکن اس نے نہ صرف عدم تعاون کیا بلکہ سرکاری انتظامات میں بھی رخنہ انداز ہونے کی ٹھانی بمثال جب چلر فروشوں کو سرکاری جانب سے غلہ بغرض فروخت فراہم کیا گیا تو ان کی اکثریت نے پورا مال عوام کے ہاتھ فروخت کرنے کے بجائے اس کا بیشتر حصہ چھپا لیا تاکہ حکومت کے ذخائر جلد از جلد ختم ہو جائیں۔

شہر حیدرآباد میں چٹھی تقسیم کرنے کا جو طریقہ اس مہینہ کے اوائل میں رائج ہوا اس کی غائت صرف یہ ہے کہ سرکار کی جانب سے جو غلہ عوام کے لئے فراہم کیا جا رہا ہے وہ چور بازار میں نہ چلا جائے۔ اگر راشن بندی کا فوری نفاذ ممکن ہوتا تو اس عارضی انتظام کو رائج کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن اسکیم راشن بندی کے نفاذ میں ہنوز چند ہفتوں کی دیر ہے اور اس دوران میں عوام کی پریشانی کا ازالہ ضروری تھا۔ اس لئے موجودہ انتظام کی ضرورت داعی ہوئی۔

راشن بندی حیدرآباد کی ایجاد نہیں ہے بلکہ برطانوی ہند کے صد ہا شہروں میں یہ طریقہ کامیابی سے عمل کیا جا رہا ہے اور جہاں جہاں یہ طریقہ رائج ہے وہاں کے شہری اس

(ملاحظہ ہو صفحہ (۱۰) پر)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

مدراس سیول سروس اسوسی ایشن نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا :-

"ہم عدالت العالیہ کے ججوں، صوبہ داروں، معتمدوں اور مختلف محکمہ جات کے افسران بالادست کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں لیکن ہم کو اب تک بابِ حکومت میں شرکت کا موقع نہیں دیا گیا۔ ہم میں ایسے اصحاب بھی ہیں جو قابلیت کے ساتھ اس منصب کے فرائض کو انجام دے سکتے ہیں۔"

(یونائیٹیڈ پریس)

ع :- ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یارب !

آپ سے (قائد ملت) یہ درخواست بھی اس سپاسنامہ میں کی گئی تھی کہ آپ اپنی ساری صلاحیتوں کے ساتھ حیدرآباد ہی کے لئے مخصوص ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں آپ کا یہ فرمانا ایک مژدہ ہے کہ :-

"میں نے کوشش شروع کر دی ہے کہ اپنی ان بیرونی مصروفیتوں کو کم کروں اور آپ کو زیادہ وقت دے سکوں۔"

(ترجمان ملت)

مندرجہ بالا عبارت میں لفظ مژدہ ملاحظہ ہو۔ "ترجمان ملت" نے اپنی اس خواہش کو کہ قائد ملت سیاحت ترک فرمائیں اس وقت تک اپنے سینے میں چھپا رکھا جب تک کہ خود قائد ملت نے ترک سیاحت کا اعلان نہیں فرمایا۔ ہم "ترجمان ملت" کی وقت شناسی کے لئے ہمیشہ معترف رہے ہیں۔

پالیسی ہے تری پیچیدہ تر از زلف ایاز

ایک محفل میں یہ ذکر چھڑ گیا کہ بمبئی کے مشہور سیٹھ مرارجی گوکل داس ٹھاکر داس روئی اور سوتی پارچہ کے بادشاہ کہلاتے ہیں، اور اس امر پر قیاس آرائی شروع ہوئی کہ حیدرآباد میں بھی کسی جنس کا کوئی بادشاہ ہے یا نہیں۔

ایک دوست نے کہا کہ حیدرآباد میں تو نہیں ہے البتہ سکندرآباد میں دو چار پاول کے رجواڑے پیدا ہو گئے ہیں۔

تیری چیرہ، فارسٹر پال، سب سے بہتر ہے !

بلدی محصول کا بقایا سوا لاکھ سے متجاوز ہے اور زیادہ تر خوش حال اصحاب اور عہدہ داروں کے ذمہ ہے۔

(ایک خبر)

اب ہمیں یقین ہونا جا رہا ہے کہ غریب کی طرح قانون بھی صرف غریبوں کے لئے ہے۔

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا تو غریب
زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب

ایک دوست :-

"بے وقت کی بارش سے کاشتکار اور عوام دونوں پریشان ہیں۔"

دوسرا دوست :-

"جب نمک تمام ہو جائیں گے تو گھبرانا کیا جائے گا
اس کی کانگریس بارش کے سلسلہ کو قائم رکھے گی"

ہندوستان کی سیاحت میں ایرانی وفد نے کیا دیکھا اور اس ملک کی معنوی زندگی کے متعلق اس کے تصورات کیا ہیں یہ حقیقت تو ہمیں معلوم نہیں ہو سکتی لیکن ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس سے ایرانی وفد کے اراکین نے ہندوستانی مسلمانوں کی فکر و دماغ اور بیدار تعصبات کا کچھ نہ کچھ اندازہ کر لیا ہوگا۔

(ایک معاصر)

علامہ اقبال مرحوم کی تحقیق یہ تھی کہ یہ بہائی مذہب ایرانی ذہنیت ہی کا نتیجہ ہے۔

مرکزی اسمبلی میں ماسٹر کے ۔ بیں گپتا نے ایک تحریک التوا پیش کرنے کا نوٹس دیا جس میں وہ کہتے ہیں کہ :-

"آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے کتب خانہ اور کاغذات کو حکومت محفوظ نہیں رکھ سکی یہ کاغذات حکومت نے اٹھارہ مہینے پہلے الہ آباد میں سربمہر کر دیئے تھے اور حال میں جب نکالے گئے تو پتہ چلا کہ دیمک نے ان کو آدھا کر دیا ہے۔"

بعض واقف کار اور صاحب نظر اصحاب کی رائے ہے کہ کانگریس کاغذات کی طرح کانگریس کی پالیسی بھی کرم خوردہ ہو چکی ہے۔

اہل ہند فطرتاً امن پسند اور جمہوریت پسند واقع ہوئے ہیں۔ (رعیت)

اہل ہند کے جمہوریت پسند ہونے کا ثبوت ذات

پات اور چھوت چھات کے اس نظام سے ملتا ہے جو صدیوں سے رائج ہے۔ مسٹر شیام سندر صدر انجمن پسماندہ اقوام کی یہی رائے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلم نوجوان نہایت تیز رفتاری سے اشتراکیت کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ (قائد ملت)

یہ کیا ماجرا ہے ؟ کیا حیدرآباد کے مسلم نوجوان سے منحرف ہو رہے ہیں ؟

مالکان اکنہ نے اس سال کرایہ میں اضافہ کر دیا اور کرایہ داروں پر بجا سختیاں شروع کر دیں۔ جب اس کے خلاف احتجاج ہونے لگا اور کرایہ اکنہ پر کنٹرول کا مطالبہ شروع ہو گیا تو انہیں کرایہ داروں کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کرنے کی سوجھی۔ چنانچہ یہ اطلاع ملی ہے کہ :-

"سیٹھ اندرمل کی صدارت میں پنڈت رام اچاری کے مکان پر مالکان اکنہ کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں یہ طے پایا کہ مالکان اکنہ کے مفاد کے تحفظ کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے۔"

جب سرمایہ دار اور سیاسی لیڈر متحد ہو جائیں تو مالکان اکنہ کا مفاد کس طرح خطرہ میں پڑ سکتا ہے ؟ اب کرایہ داروں کو چاہئے کہ لامکان کی سیر کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

بلا تنقید

ہماری قوم میں اقبال کے سمجھنے والے کچھ زیادہ نہیں ہیں۔ البتہ اقبال کا نام لے کر خود اپنی تشہیر کرنے والے بہت ہیں "یوم اقبال" کے اکثر اجتماعات میں بہت سے نام نہاد لیڈروں کی خواہش نام و نمود کو پردہ کے پیچھے جھانکتے دیکھا ہے۔ ایسے لیڈر اقبال کے نام کو اپنے قبولِ عام کا پیمانہ بناتے ہیں۔ آج کل اقبال کے کلام پر کچھ لکھنا یا کہنا ایک فیشن بن گیا ہے۔

(ایک معاصر)

ترکی اور برطانیہ کے تعلقات

جمہوریہ ٹائمز کے نامہ نگار مقیم انقرہ کا نامہ نگار خبری ذرائع سے اطلاع دیتا ہے کہ برطانیہ اور ترکی کے باہمی تعلقات کی نسبت جو افواہیں گشت کر رہی ہیں اور جو بیانات شائع ہوئے ہیں اُن سے متاثر ہو کر ترکی کے متعدد ارباب صحافت اور جرائد نگاروں نے خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ترکی وزیراعظم کو چاہیے کہ اس مسئلہ پر علی الاعلان کوئی بیان دیں۔ ترکی کے سیاسی حلقوں نے حسب ذیل رائے کا اظہار کیا ہے۔

حکومت ترکیہ اس مسئلہ کو بالکل چھیڑنا نہیں چاہتی اسی بناء پر وزیراعظم سراج اوغلو اور وزیر خارجہ منمن جی اوغلو نے اس کے برخلاف جس طرح دارالعلوم میں ترکی کی نسبت بیان دیتے ہوئے وزیراعظم چرچل اور مسٹر انتھونی ایڈن وزیر خارجہ بالکل مختار رہے انہیں کی تقلید میں ترکی کے وزیراعظم اور وزیر خارجہ بھی سکوت اختیار کرنا ہی مناسب سمجھتے ہیں۔

ترکی اور برطانیہ کے تعلقات کی نسبت عوام میں تشویش کے جذبات کا اظہار کر رہے ہیں لیکن صحافت کا رویہ بہت ہی معتدل ہے اور ان کی یہی خواہش ہے کہ باہمی تعلقات استوار ہو جائیں اور اس وقت دوستی کی راہ میں جو رکاوٹیں حائل ہیں وہ دور ہو جائیں۔

برطانیہ اور ترکی کے تعلقات کے باہمی حال و مستقبل کی نسبت اس وقت تک کوئی صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا جب تک یہ امر ہمیشہ مد نظر نہ رہے کہ ترکی مدبر اور سیاسی جو کچھ کرتے ہیں وہ ترکی مفاد کے مد نظر کرتے ہیں ان کا مطمح نظر ترکی قوم کی خدمت ہے۔ ترکی نے برطانیہ ترکی معاہدہ پر محض برطانیہ کو خوش کرنے کی خاطر دستخط نہ کئے بلکہ محض اپنے تحفظ کی خاطر اگر وہ جنگ میں سرگرمی سے حصہ لینے کا فیصلہ کرے تو وہ محض اتحادیوں کے نیلی آنکھ سے اشارہ پر نہ ہوگا۔ بلکہ محض مستقبل کی نسبت ترکی کی فلاح و بہبود کے مد نظر ہوگا۔ یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ اتحادیوں نے جو ایسے منصوبے بنائے ہیں جس میں یا تو ترکی کا اشتراک حاصل کیا گیا ہے یا نظر انداز کر دیا گیا ہے ترکی کے لئے وقت آ چکا ہے کہ وہ یہ قطعی فیصلہ کرے کہ آیا ان منصوبوں میں اس کا بھی کچھ حصہ ہے

ستاکپڑا اختیار کرنے کی اسکیم

مل مالکوں کی نئی چالیں

حکومت ہند نے ملک کے مطالبہ سے مجبور ہو کر عوام کے لئے ستا کپڑا فراہم کرنے کی اسکیم بنائی تھی۔ اس اسکیم کو بنے تقریباً ایک برس ہو چکا ہے۔ مگر مل مالک ہی منافع خوری پر کسی قسم کی پابندی دیکھنا نہیں چاہتے۔ وہ اپنی کل پیداوار کا پانچ فی صدی حصہ بھی ستا کپڑا تیار کرنے کے لئے راضی نہیں ہوئے بلکہ اس سے بھی کم حصہ مقرر کرکے پابندی سے چھٹکارا حاصل کریں۔ ان کے وعدہ کو نو مہینے سے زیادہ گذر چکے ہیں۔ لیکن ستا کپڑا ابھی تک بہ حقیر حصہ بھی نہیں دیا ہے۔ اس طرف وزیر دو عجیب و غریب بیان مستری کی دھمکی دی جاتی ہے تو کچھ وطنی جگت کی آڑ لے کر خلاف داویلا مچاتے ہیں۔ جب ہندوستان کی ملکوں کا یہ حال ہے کہ کپڑے کی کمی کے سبب بنگال میں مردہ کو کفن تک نہیں ملتا تو یہ کچھ زیادہ حیرت نہیں ہوئی۔

مل مالکان ستا کپڑا تیار کرنے سے بچنے کے لئے عجیب عجیب کی حرکتیں کر رہے ہیں۔ کبھی کبھی مل مالک کوئلہ کا پتہ نہیں بتاتے جب کوئلہ ختم ہو جاتا ہے تو بے قصور بن کر کہہ دیتے ہیں کہ کیا کریں حکومت کوئلہ نہیں دیتی۔ مجبوراً مل بند کرنی پڑ رہی ہے اسی طرح کچھ مل مالک حکومت ہند کی پابندی سے بچنے کے لئے اپنے کارخانے ریاستوں میں لے جا رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ریاست کے افسروں سے ملکر بلیک کرکے وہ کپڑے سے من مانی نفع کماتے رہیں گے۔ بمبا کو تمام مشینیں کلاید منتقل کرنے کے لئے ۲۵۰ ویگنوں کی ضرورت ہے جسے یہ احساس تک نہیں ہے کہ ریلوں کی کمی ہے اور انہیں اناج اور دوائیں لانے لیجانے کے لئے کام آنا چاہیے ابھی کچھ روز کی بات ہے۔ احمدآباد کے چند مل مالکوں نے اپنے پانچ سو کا مخصوص حریب کی ریاست میں منتقل کر دیں۔ مخصوص اس بات کی کس طرح اجازت دی۔ اگر بغیر اجازت یہ حرکت کی تو...

لنگی کے خلاف کیا قدم اٹھایا گیا؟

آج کل یہ خبر گشت کر رہی ہے کہ حکومت ہند ... کنٹرول ... اور ... کپڑے کے متعلق ... ابھی چاہیئے کہ وہ اس معاملات کی پوری طرح نگرانی کریں۔

مسٹر جناح سے سر چھوٹو رام کی ملاقات

لاہور ۲۹ مارچ۔ پنجاب کے وزیر مال سر چھوٹو رام نے آج نواب صاحب ممدوٹ کے مکان پر مسٹر جناح سے تخلیہ میں گفتگو کی۔ گفتگو پنجاب اسمبلی میں پارٹی کی حیثیت کے متعلق اور خاص کر اس بیان کی روشنی میں ہوئی جو مسٹر جناح نے حال ہی میں سکندر جناح معاہدہ کے بارے میں دیا ہے۔ یہ معاہدہ ۱۹۳۷ء میں ہوا تھا اور اس کے بعد مسٹر جناح اور سر چھوٹو رام کی یہ پہلی ملاقات تھی۔ اس ملاقات کو سیاسی حالات کا مطالعہ کرنے والے بہت اہمیت دی جا رہی ہے اس لئے کہ مسٹر جناح کے مطالبہ کے بعد ہوئی ہے کہ پنجاب کی موجودہ وزارت اپنا یونینسٹ لیبل ترک کر دے۔ کہا جاتا ہے کہ مسٹر جناح کے خیال میں یہ لیبل مسلمانوں کے مفاد کے لئے جو کچھ ... ہے ... ثابت ہوا ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ سر چھوٹو رام یونینسٹ پارٹی کی تشکیل میں سر فضل حسین کے ساتھ شریک تھے اور یہ پارٹی پچھلے کئی سال سے پنجاب کی سیاست پر حاوی ہے

کیا راشن بندی کے رجسٹر میں آپ کا نام درج کیا گیا؟

یہ سوال آپ اپنے رشتہ داروں، ہمسایوں اور احباب سے کیجئے۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو انہیں فوراً اپنا نام درج رجسٹر کرانے کے لئے کہیئے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ

(۱) جب تک نام نہ لکھا جائے کارڈ نہیں مل سکتا۔

(۲) بغیر کارڈ کے اناج نہیں مل سکتا۔

شہر حیدرآباد کو راشن بندی کے اغراض کے لئے (۹) حلقوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر حلقہ میں راشن بندی کا ایک دفتر ہے۔ ان (۹) حلقوں کے پتے حسب ذیل ہیں۔

(۱) شکر گنج (دیوڑھی نواب کرم الدولہ)

(۲) سوداگی گوڑہ (روبرو مکان نواب ہمت جنگ بہادر)

(۳) کوچہ چراغ علی (روبرو سابق نشرگاہ دکن)

(۴) بارہ دری گوشہ محل (فرحت حسین لاج)

(۵) اللہ داد باغ (قریب بنگلہ یمنی صاحب)

(۶) قریب دروازہ دودھ باؤلی

(۷) مغل پورہ (دیوڑھی انتخاب جنگ)

(۸) قلعہ محمد نگر (مکان کرنل سید غوث ابو طالب صاحب)

(۹) لالہ گوڑہ (مکان صمصام الدین حیدر صاحب)

اگر آپ کا نام نہیں لکھا گیا ہے یا اگر لکھا گیا ہے مگر کارڈ نہیں ملا تو اپنے حلقہ کے دفتر سے فوراً حاصل کیجئے۔

(... خط ... کی ہے)

مسلمان کون ہے؟

وہ جو نفس، رواج، دولت اور اقتدار کے بتوں کو ڈھا دے

آج آپ کے سامنے مسلمان کی صفات بیان کی جائیں گی اور یہ بتایا جائے گا کہ مسلمان ہونے کے لئے کم سے کم شرطیں کیا ہیں۔ آدمی کو کم سے کم کیا کرنا چاہیے کہ وہ مسلمان کہلائے جانے کے قابل ہو۔

اس بات کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے آپ کو یہ جاننا چاہیے کہ کفر کیا ہے اور اسلام کیا ہے۔ کفر یہ ہے کہ آدمی خدا کی فرمانبرداری سے انکار کر دے اور اسلام یہ ہے کہ آدمی صرف خدا کا فرماں بردار ہو اور ہر ایسے طریقے یا قانون یا حکم کو ماننے سے انکار کر دے جو خدا کی بھیجی ہوئی ہدایت کے خلاف ہو۔ اسلام اور کفر کا یہ فرق قرآن مجید میں صاف صاف بیان کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"وہ جو شخص خدا کی اتاری
ہوئی ہدایت کے مطابق فیصلہ نہ کرے
ایسے ہی لوگ دراصل کافر ہیں"۔

فیصلہ کرنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ عدالتوں میں جو مقدمہ جاتے ہیں بس انہی کا فیصلہ خدا کی کتاب کے موافق ہو بلکہ دراصل فیصلہ سے مراد وہ فیصلہ ہے جو ہر شخص اپنی زندگی میں ہر وقت کیا کرتا ہے۔ ہر موقع پر تمہارے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ فلاں کام کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ فلاں بات اس طرح کی جائے یا اس طرح کی جائے؟ فلاں معاملے میں یہ طریقہ اختیار کیا جائے یا وہ طریقہ اختیار کیا جائے؟ ایسے تمام موقعوں پر ایک طریقہ خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت بتاتی ہے۔ اور دوسرا طریقہ انسان کے اپنے نفس کی خواہشات، یا باپ دادا کی رسمیں یا انسانوں کے بنائے ہوئے قانون بتاتے ہیں۔ اب جو شخص خدا کے بتائے ہوئے طریقہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے مطابق کام کرنے کا فیصلہ کرتا ہے وہ دراصل کفر کا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ اگر اس نے اپنی ساری زندگی ہی کے لئے یہی ڈھنگ اختیار کیا ہو تو وہ پورا کافر ہے۔ اور اگر وہ بعض معاملات میں تو خدا کی ہدایت مانتا ہو اور بعض میں اپنی خواہشات کو یا رسم و رواج کو یا انسانوں کے قانون کو خدا کے قانون پر ترجیح دیتا ہو تو جس قدر بھی وہ خدا کے قانون سے بغاوت کرتا ہے اسی قدر کفر میں مبتلا ہے۔ کوئی آدھا کافر ہے، کوئی چوتھائی کافر ہے، کسی میں دسواں حصہ کفر ہے اور کسی میں بیسواں حصہ۔ غرض جتنی خدا کے قانون سے بغاوت ہے اتنا ہی کفر بھی ہے۔

اسلام اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ آدمی صرف خدا کا بندہ ہو۔ نہ اپنے نفس کا بندہ، نہ باپ دادا کا بندہ، نہ خاندان اور قبیلہ کا بندہ، نہ مولوی صاحب اور پیر صاحب کا بندہ، نہ حاکم صاحب اور منصف صاحب کا بندہ، نہ خدا کے سوا کسی اور صاحب کا بندہ۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:-

"اے نبی! اہل کتاب سے کہو کہ آؤ ہم تم ایک ایسی بات پر اتفاق کریں جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ یعنی جو تمہارے نبی بھی بتا گئے ہیں۔ اور خدا کا نبی ہونے کی حیثیت میں بھی وہی بات کہتا ہوں۔ وہ بات یہ ہے کہ ایک تو ہم خدا کے سوا کسی کے بندے نہ بنیں۔ دوسرے یہ کہ خدائی میں کسی کو شریک نہ کریں۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی انسان کو اللہ کے بجائے اپنا مالک اور اپنا آقا نہ بنائے۔ یہ تین باتیں اگر وہ نہیں مانتے تو ان سے کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔ یعنی ہم ان تینوں باتوں کو مانتے ہیں۔

"کیا وہ خدا کی اطاعت کے سوا کسی اور کی اطاعت چاہتے ہیں۔ حالانکہ خدا وہ ہے کہ زمین اور آسمان کی ہر چیز چار و ناچار اسی کی اطاعت کر رہی ہے اور سب کو اسی کی طرف پلٹنا ہے"۔

ان دونوں آیتوں میں ایک ہی بات بیان کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ اصلی دین خدا کی اطاعت اور فرماں برداری ہے۔ خدا کی عبادت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ بس پانچ وقت اس کے آگے سجدہ کر لو۔ بلکہ اس کی عبادت کے معنی یہ ہیں کہ رات دن میں ہر وقت اس کے احکام کی اطاعت کرو۔ جس چیز سے اس نے منع کیا ہے اس سے رک جاؤ۔ جس چیز کا اس نے حکم دیا ہے اس پر عمل کرو۔ ہر معاملہ میں یہ دیکھو کہ خدا کا کیا حکم ہے۔ نہ یہ دیکھو کہ تمہارا اپنا دل کیا کہتا ہے، تمہاری عقل کیا کہتی ہے، باپ دادا کیا کر گئے ہیں، خاندان اور قبیلہ والوں کی کیا مرضی ہے، جناب مولوی صاحب قبلہ اور جناب پیر صاحب قبلہ کیا فرماتے ہیں اور فلاں صاحب کا کیا حکم ہے اور فلاں صاحب کی کیا مرضی ہے۔ اگر تم نے خدا کے حکم کو چھوڑ کر کسی کی بات بھی مانی تو گویا خدائی میں اس کو شریک کیا۔ اس کو وہ درجہ دیا جو صرف خدا کا درجہ ہے۔ حکم دینے والا تو صرف خدا ہے۔ بندگی کے لائق تو صرف وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، اور جس کے بل بوتے پر تم زندہ ہو۔ زمین اور آسمان کی ہر چیز اس کی اطاعت کر رہی ہے۔ کوئی پتھر کسی پتھر کی اطاعت نہیں کرتا۔ کوئی درخت کسی درخت کی اطاعت نہیں کرتا۔ کوئی جانور کسی جانور کی اطاعت نہیں کرتا۔ پھر کیا تم جانوروں اور درختوں اور پتھروں سے بھی گئے گزرے ہو گئے کہ وہ تو صرف خدا کی اطاعت کریں اور تم خدا کو چھوڑ کر انسان کی اطاعت کرو۔ یہ ہے وہ بات جو قرآن کی ان دونوں آیتوں میں بیان فرمائی گئی ہے۔

اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کفر اور گمراہی دراصل نکلتی کہاں سے ہے۔ قرآن مجید یہ بتاتا ہے کہ اس کمبخت بلا کے آنے کے تین راستے ہیں۔

پہلا راستہ انسان کے اپنے نفس کی خواہشات ہیں۔

"اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہو گا جس نے خدا کی ہدایت کے بجائے اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کی۔ ایسے ظالم لوگوں کو خدا ہدایت نہیں دیتا"۔

مطلب یہ ہے کہ سب سے بڑھ کر انسان کو گمراہ کرنے والی چیز انسان کے اپنے نفس کی خواہشات ہیں۔ جو شخص خواہشات کا بندہ بن گیا اس کے لئے خدا کا بندہ بننا ممکن ہی نہیں وہ تو ہر وقت یہ دیکھے گا کہ مجھے روپیہ کس کام میں ملتا ہے۔ میری عزت اور شہرت کس کام میں ہوتی ہے۔ مجھے لذت اور لطف کس کام میں حاصل ہوتا ہے۔ مجھے آرام اور آسائش کس کام میں ملتی ہے۔ بس یہ چیزیں جس کام میں ہوں گی اسی کو وہ اختیار کرے گا چاہے خدا اس سے منع کرے۔ اور یہ چیزیں جس کام میں نہ ہوں اس کو وہ ہرگز نہ کرے گا۔ چاہے خدا اس کا حکم دے۔ تو ایسے شخص کا خدا اللہ تبارک و تعالیٰ نہ ہوا بلکہ اس کا اپنا نفس ہی اس کا خدا ہو گیا۔ اس کو ہدایت کیسے مل سکتی ہے۔ اسی بات کو دوسری جگہ قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے:

"اے نبی! تم نے اس شخص کے حال پر غور بھی کیا جس نے اپنے نفس کی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا ہے؟ کیا تم ایسے شخص کی نگرانی کر سکتے ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے بہت سے لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں؟ ہرگز نہیں یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے"۔

نفس کے بندے کا جانوروں سے بدتر ہونا ایسی بات ہے جس میں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ کوئی جانور آپ کو ایسا نہ ملے گا جو خدا کی مقرر کی ہوئی حد سے آگے بڑھتا ہو۔ ہر جانور وہی کھاتا ہے جو خدا نے اس کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور اسی قدر کھاتا ہے جس قدر اس کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور جتنے کام جس جانور کے لئے مقرر ہیں بس وہ اتنے ہی کرتا ہے۔ مگر یہ انسان ایسا جانور ہے کہ جب یہ اپنی خواہش کا بندہ بنتا ہے تو وہ حرکتیں کر گزرتا ہے جن سے شیطان بھی پناہ مانگے۔

یہ گمراہی کے آنے کا پہلا راستہ ہے۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ باپ دادا سے جو رسم و رواج، جو عقیدے اور خیالات، جو رنگ ڈھنگ چلے آرہے ہوں آدمی اُن کا غلام ہو اور خدا کے حکم سے بڑھ کر اُن کو سمجھے اور اُن کے خلاف خدا کا حکم اس کے سامنے پیش کیا جائے تو کہے کہ میں تو وہی کروں گا جو میرے باپ دادا کرتے تھے اور جو میرے خاندان اور قبیلہ کا رواج ہے۔ جو شخص اس مرض میں مبتلا ہے وہ خدا کا بندہ کب ہوا؟ اس کے خدا تو اس کے باپ دادا اور اس کے خاندان اور قبیلے کے لوگ ہیں۔ اس کو یہ جھوٹا دعویٰ کرنے کا کیا حق ہے کہ میں مسلمان ہوں؟ قرآن کریم میں اس پر بھی بڑی سختی کے ساتھ تنبیہ کی گئی ہے۔

اور جب کبھی ان سے کہا گیا کہ جو حکم خدا نے بھیجا ہے اس کی پیروی کرو، تو انھوں نے یہی کہا کہ ہم تو اس بات کی پیروی کریں گے جو ہمیں باپ دادا سے ملی ہے۔ اگر ان کے باپ دادا کسی بات کو نہ سمجھے ہوں اور راہ راست پر نہ ہوں تو کیا یہ پھر انہی کی پیروی کئے چلے جائیں گے؟

دوسری جگہ فرمایا۔

اور جب کبھی اس سے کہا گیا کہ آؤ اس فرمان کی طرف جو خدا نے بھیجا ہے۔ اور آؤ رسول کے طریقہ کی طرف، تو انھوں نے کہا کہ ہمارے لئے تو بس وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا یہ باپ دادا ہی کی پیروی کئے چلے جائیں گے چاہے ان کو کسی بات کا علم نہ ہو اور وہ سیدھے راستے پر نہ ہوں؟

اے ایمان لانے والو! تم کو تو اپنی فکر ہونی چاہئے۔ اگر تم سیدھے راستہ پر لگ جاؤ تو کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ آخر کار سب کو خدا کی طرف جانا ہے۔ اس وقت خدا تم کو تمہارے اعمال کا نیک و بد سب دکھا دے گا۔

یہ ایسی گمراہی ہے کہ جس میں تقریباً ہر زمانے کے جاہل لوگ مبتلا رہے ہیں اور ہمیشہ خدا کے رسولوں کی ہدایت کو ماننے سے یہی چیز انسان کو روکتی رہی ہے۔ حضرت موسیٰ نے جب لوگوں کو خدا کی شریعت کی طرف بلایا تھا اس وقت بھی لوگوں نے یہی کہا تھا۔

"کیا تو ہمیں اس راستے سے ہٹانا چاہتا ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟"

حضرت ابراہیم نے جب اپنے قبیلے والوں کو شرک سے روکا تو انھوں نے بھی یہی کہا تھا۔

"ہم نے تو اپنے باپ دادا کو انہی خداؤں کی بندگی کرتے ہوئے پایا ہے۔"

غرض اسی طرح ہر نبی کے مقابلہ میں لوگوں نے یہی حجت پیش کی ہے کہ تم جو کچھ کہتے ہو وہ ہمارے باپ دادا کے طریقے کے خلاف ہے، اس لئے ہم اسے نہیں مانتے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے:

"ایسا ہی ہوتا رہا ہے کہ جب کبھی ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا پیغمبر بھیجا تو اس بستی کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انہی کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔ پیغمبر نے ان سے کہا کہ اگر میں اس سے اچھی بات بتاؤں جس پر تم نے باپ دادا کو پایا ہے تو کیا پھر بھی تم باپ دادا ہی کی پیروی کئے چلے جاؤ گے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم اس بات کو نہیں مانتے جو تم لے کر آئے ہو۔ پس جب انھوں نے یہ جواب دیا تو ہم نے بھی ان کی خوب خبر لی اور اب دیکھ لو کہ ہمارے احکام کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا ہے۔"

یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یا تو باپ دادا ہی کی پیروی کرلو یا پھر ہمارے ہی حکم کی پیروی کرو۔ یہ دونوں باتیں ایک ساتھ نہیں ہو سکتیں۔ مسلمان ہونا چاہتے ہو تو سب کو چھوڑ کر صرف اس بات کو مانو جو ہم نے بتائی ہے۔

"جب ان سے کہا گیا کہ اس حکم کی پیروی کرو جو خدا نے بھیجا ہے تو انھوں نے کہا کہ نہیں ہم تو اس بات کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔" چاہے شیطان ان کو عذاب جہنم ہی کی طرف کیوں نہ بلا رہا ہو۔ جو کوئی اپنے آپ کو بالکل خدا کے سپرد کر دے اور نیکوکار ہو تو اس نے تو مضبوط رسی تھام لی اور آخر کار تمام معاملات خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ اور جس نے اس سے انکار کیا تو اے نبی تم کو اس کے کفر سے رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں وہ سب ہماری طرف واپس آنے والے ہیں پھر ہم انہیں ان کے اعمال کا نتیجہ دکھا دیں گے۔

یہ گمراہی کے آنے کا دوسرا راستہ تھا۔ تیسرا راستہ قرآن نے یہ بتایا ہے کہ انسان جب خدا کے حکم کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کا حکم ماننے لگتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ فلاں شخص بڑا آدمی ہے، اس کی بات ٹھیک ہوگی۔ یا فلاں شخص کے ہاتھ میں میری روزی ہے اس لئے اس کی بات ماننی چاہئے۔ یا فلاں شخص بڑا صاحب اقتدار ہے اس لئے اس کی فرماں برداری کرنی چاہئے، یا فلاں صاحب اپنی بددعا سے مجھے تباہ کر دیں گے یا اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے اس لئے جو وہ کہیں وہی صحیح ہے، یا فلاں قوم بڑی ترقی کر رہی ہے اس لئے اس کے طریقے اختیار کرنے چاہئیں تو ایسے شخص پر خدا کی ہدایت کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔

"اور اگر تو نے ان بہت سے لوگوں کی اطاعت کی جو زمین میں رہتے ہیں تو وہ تجھ کو خدا کے راستہ سے بھٹکا دیں گے۔"

یعنی آدمی سیدھے راستہ پر اس وقت ہو سکتا ہے جب اس کا ایک خدا ہو، سیکڑوں ہزاروں خدا جس نے بنائے ہوں اور جو کبھی اس خدا کے کہنے پر اور کبھی اس خدا کے کہنے پر چلتا ہو وہ سیدھا راستہ کب پا سکتا ہے۔

اب آپ کو معلوم ہو گیا کہ گمراہی کے تین بڑے بڑے سبب ہیں۔

ایک نفس کی بندگی۔

دوسرے باپ دادا اور خاندان اور قبیلے کے رواجوں کی بندگی۔

تیسرے عام طور پر دنیا کے لوگوں کی بندگی جن میں دولتمند لوگ اور حکام وقت اور بناوٹی پیشوا اور گمراہ قومیں سب ہی شامل ہیں۔

یہ تین بڑے بڑے . . . بت ہیں جو خدائی کے دعویدار بنے ہوئے ہیں۔ جو شخص مسلمان بننا چاہتا ہو اس کو سب سے پہلے ان تینوں بتوں کو توڑنا چاہئے، پھر وہ حقیقت میں مسلمان ہو جائے گا۔ ورنہ جس نے یہ تینوں بت اپنے دل میں بٹھا رکھے ہوں، اس کا بندۂ خدا بننا مشکل ہے۔ وہ دن میں پچاس وقت کی نمازیں پڑھ کر اور دکھاوے کے روزے رکھ کر اور مسلمانوں کی سی شکل بنا کر انسانوں کو دھوکا دے سکتا ہے، خود اپنے نفس کو بھی دھوکا دے سکتا ہے کہ میں پکا مسلمان ہوں، مگر خدا کو دھوکا نہیں دے سکتا۔

بھائیو! آج آپ کے سامنے جن تینوں بتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی بندگی اصلی شرک ہے۔ آپ نے پتھر کے بت توڑ دیئے، اینٹ اور چونے سے بنے ہوئے بت خانے ڈھا دیئے، مگر سینوں میں جو بت خانے بنے ہوئے ہیں ان کی طرف کم توجہ کی۔ سب سے زیادہ ضروری بلکہ مسلمان بننے کے لئے اولین شرط ان بتوں کو توڑنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج ساری دنیا اور تمام ہندوستان میں مسلمانوں کو جس قدر نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے وہ انھیں تین بتوں کی پوجا کا نتیجہ ہے جب یہ بت پوجے جا رہے ہیں اور ساتھ ساتھ اسلام کا دعویٰ بھی ہو تو آپ کیسے امید کر سکتے ہیں کہ آپ پر ان رحمتوں کی بارش ہوگی جن کا وعدہ سچے مسلمانوں سے کیا گیا ہے؟

(منجانب جماعت اسلامی حیدرآباد)

حیدرآباد کی غذائی صورت حال

بقیہ سلسلہ صفحہ (۵)

اسکیم کے لحاظ سے ہر طرح مستحق ہیں۔

راشن بندی کا منشاء صرف یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کی ضرورت کے مطابق غلہ مقررہ نرخوں پر ایک مقررہ دوکان سے بلا دقت مل جائے۔ کسی شہر کی حقیقی ضرورت کا صحیح اندازہ کرنے کا بھی ایک موثر طریقہ ہے۔ راشن بندی کے نفاذ کے بعد حیدرآباد اور سکندرآباد کے لئے اضلاع سے صرف اتنا ہی غلہ منگوایا جائے گا جو ناگزیر ہو۔ اور ممالک محروسہ کی بقیہ پیداوار کو ممالک محروسہ سرکار عالی کے ان حصوں کے لئے مختص کیا جائے گا جہاں اجناس کی قلت ہو۔

راشن بندی کے نفاذ سے عوام کو ابتداً ممکن ہے کہ کچھ زحمت ہو مثلاً کارڈ کی حفاظت کرنا یا بجائے ماہوار غلہ خریدنے کے ہفتہ میں ایک یا دو بار غلہ خریدنا، مہمانوں کے لئے ضمنی کارڈ حاصل کرنا، اپنی مرضی کے مطابق اناج بعض دفعہ حاصل نہ کر سکنا وغیرہ۔ لیکن یہ دقتیں انشاء اللہ عارضی ہونگی چند ہفتوں کے بعد جب عوام اس ضبط و نظم کے عادی ہو جائیں گے اور جب سرکار کے انتظامات مکمل ہو جائیں گے تو ہر ضرورت بلا دقت پوری ہو سکے گی جیسا کہ ہندوستان کے دوسرے شہروں میں ہو رہا ہے۔

یہاں چند امور کا تذکرہ بے محل نہ ہو گا۔

(۱) غذائی مسائل کے نظم و نسق میں سہولت اور استحکام پیدا کرنے کی خاطر حکومت نے عرصہ ہوا یہ طے کر لیا ہے کہ پبلک کارکنوں کے ذریعہ عوام کے خیالات معلوم کرے اور انہی کارکنوں کے ذریعہ سرکار کے منشاء و طریق کار سے عوام کو باخبر رکھے۔ چنانچہ ایک مرکزی غذائی مجلس مشاورت جو شہر و اضلاع کے مختلف فرقوں اور طبقوں کے ارکان پر مشتمل ہے گذشتہ چند ماہ سے قائم اور کارگذار ہے اس مجلس نے ایک مجلس عاملہ کا انتخاب کیا ہے جو ہفتہ میں ایک دن محکمہ رسد میں اپنے جلسے منعقد کرتی ہے اور عوام کی ضروریات یا مشکلات سے حکومت کو وقتاً فوقتاً باخبر کرتی رہتی ہے۔ اور غذائی مسائل کے بہتر انتظام سے متعلق حکومت کو مشورہ دیتی ہے۔ اسی قسم کی غذائی کمیٹیاں ہر ضلع اور تعلقہ میں قائم کر دی گئیں ہیں۔ کوئی مسئلہ جس کا تعلق اغذیہ سے ہے مجلس مشاورت یا اس کی مجلس عاملہ سے مخفی نہیں رکھا جاتا خواہ اس کا تعلق برآمدات سے ہو قیمتوں یا نرخ سے ہو اجازت ناموں سے ہو یا غلہ کے حمل و نقل سے۔ اسی طرح حیدرآباد کارپوریشن کے مسائل بھی ایک مجلس میں پیش ہوتے ہیں جس میں غیر سرکاری نمائندے بھی شریک ہیں۔

(۲) یہ خیال غلط ہے کہ سکندرآباد، بلارم وغیرہ میں جو اب تک برطانوی اور ہندوستانی فوج حکومت ہند کی جانب سے مدافعت حیدرآباد کے لئے متعین ہے اس کی سربراہی بھی حکومت حیدرآباد کے ذمہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان افواج کی راشن کی سربراہی کا ذمہ خود حکومت ہند نے رکھا ہے اور یہ عمل ابتدا ہی سے جاری ہے۔

رعایائے آصفی کی غذائی ضروریات کی سربراہی کے لئے حکومت جو کچھ کر سکتی ہے کر رہی ہے لیکن اگر حکومت کو عوام کا عملی تعاون بھی حاصل ہو جائے تو اس کا یقین ہے کہ انتظامات رسد زیادہ تشفی بخش ہو سکیں گے۔ تعاون کی چند صورتیں یہ ہیں۔

(۱) کسی افواہ کو باور کرنے سے قبل ذمہ دار اور واقف کار اشخاص سے اس کی تصدیق کر لیجئے۔ خود غرض یا شریر اشخاص عوام کو پریشان کرنے کے لئے غلط افواہیں پھیلا رہے ہیں ان کی تردید آپ کا شہری فرض ہے تاکہ عوام کا سکون متاثر نہ ہو اور سرکاری انتظامات میں غیر ضروری خلل واقع نہ ہو۔

(۲) ہر شہر ہر محلے ہر تعلقہ اور ہر ضلع میں تجار ایسی کمیٹیاں تشکیل دے سکتے ہیں جو حکومت کو چھپے ہوئے ذخیرے برآمد کرنے میں مدد دے۔

(۳) غلہ کے بیوپاریوں کو اچھی طرح سمجھا دیا جائے کہ وہ غذائی مسائل میں تعاون نہ کر کے عوام کو جو پریشان کر رہے ہیں اس کو عوام نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ بالخصوص ان کی ذخیرہ بازی اور نفع اندوزی عوام کے لئے شدید پریشانیوں کا باعث ہو رہی ہے۔

(۴) عمدہ اور بہتر غلہ کی فراہمی کی کوشش حیدرآباد میونسپل کارپوریشن اور محکمہ رسد کی جانب سے جاری ہے اور جیسے ہی عمدہ غلہ فراہم ہو جائے گا موجودہ شکایتیں دور ہو جائیں گی۔

(۵) محکمہ راشن بندی انتہائی کوشش کر رہا ہے کہ آپ کو ہر قسم کی سہولت بہم پہنچائی جائے۔ محکمہ کے کارکنوں سے اگر آپ تعاون کریں تو اس میں آپ کا فائدہ اور ان کی حوصلہ افزائی ہے۔

(۶) اگر آپ کے پاس ایک مہینہ کی ضروریات سے زائد غلہ ہو تو قریب ترین راشن آفس میں اس کی اطلاع دیدیجئے اور زائد از ضرورت غلہ جمع کرنے سے پرہیز کیجئے۔ یہ وہم کہ آئندہ غلہ نہ ملے گا انہیں ذخیرہ بازوں کا پیدا کیا ہوا ہے۔ سرکار کے ذخائر اتنے کافی ہیں کہ اگر ہر شخص اپنی ضرورت کے غلہ پر اکتفا کرے تو جملہ رعایائے آصفی کی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں لیکن اگر آپ وہم اور بدگمانی کے تحت مہینوں کا غلہ اپنے گھر ڈال رکھیں تو اس زائد از ضرورت غلہ کی حد تک ان عوام کو پریشانی ہوتی ہے جو تنگ دستی یا ناداری کی وجہ سے ذخیرہ نہیں کر سکتے۔

بالآخر عوام کو یہ بات ذہن نشین کرا دینا ہے کہ سرکار ان کی غذائی ضروریات کی تکمیل کی جانب ہمہ تن متوجہ ہے۔ اجناس کی خفیہ برآمد جو تاجروں کی جانب سے کثیر مقدار میں جاری تھی روک دی گئی ہے خفیہ تجارت کا کھوج لگایا جا رہا ہے۔ چاول، گیہوں اور گڑ وغیرہ کی پیداوار حیدرآباد میں کافی مقدار میں نہیں ہوتی بیرونی ہند سے درآمد کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ صوبہ متوسط و بہار سے ۷ ہزار ٹن چاول پنجاب سے ۷ ہزار ٹن گیہوں اور مدراس سے ۷ ہزار ٹن گڑ آ رہا ہے۔

سال گذشتہ ممالک محروسہ میں جو اجناس خوردنی درآمد ہوئے ان کی مجموعی مقدار تقریباً ۵ لاکھ ٹن تھی۔

الغرض پبلک کو ہر قسم کی سہولت پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اگر پبلک کا تعاون محکمہ رسد کو حاصل رہے تو بہتر نتائج کی توقع کی جا سکتی ہے۔

جنگ کا دائمی انسداد

بقیہ سلسلہ صفحہ (۳)

اتحاد سفید فام اقوام چین ایک فاتح قوم کی حیثیت سے مساوات کا مطالبہ کرے گا۔ چرچل اور روزولٹ اس کو خاموش رکھنے کے لئے اپنا پورا زور صرف کر رہے ہیں اس موقع پر میری تمنا یہ ہے کہ ہم چین کی حمایت کریں۔ ایشیا اور افریقہ کے وقار کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہماری آواز بھی قوی ہے۔ اور صحیح موقع پر ہم اپنی آواز بلند کریں۔ اگر ہم یہ موقع کھو دیں تو پھر ہمیں ایک طویل دور تک کوئی موقع نہیں ملے گا۔

فلسطین متعلق پریسیڈنٹ روزولٹ کا اعلان

بقیہ صفحہ اول

چونکہ اس اعلان میں قومی حکومت کے فوری مطالبہ کو برطانیہ نے تسلیم نہیں کیا تھا اس لئے عرب اعلیٰ کمیٹی نے اس کو رد کر دیا۔ اور یہودیوں کی اس وجہ سے مخالفت کی کہ اس میں ان کے فلسطین آنے پر پابندی لگا دی گئی تھی۔

عربوں کی آزادی کے جائز مطالبہ کو رد کرنے اور فلسطین کی قومی تحریک کو بے دردی کے ساتھ کچلنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہٹلر کا زہریلا پروپیگنڈا عربوں کے بعض حلقوں میں اثر کرنے لگا۔ چنانچہ جنگ چھڑنے کے بعد مفتی اعظم اپنی جان گرفتاری سے بچا کر جرمنی چلے گئے اور وہاں سے ہٹلری پروپیگنڈا کرنے لگے۔ یہ افسوسناک قدم عرب تحریک آزادی کے لئے بہت مضرت رساں ثابت ہوا۔ ظاہر ہے کہ فاشسٹ سامراجی عربوں کو آزادی نہیں دلا سکتے۔ افریقہ اور ایشیا میں ان کے مظالم کسے معلوم نہیں؟ جنگ کے موجودہ دور میں ہر قوم کے آزادی حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ وہ متحدہ قوم کے ساتھ فاشزم کے خلاف محاذ جنگ میں شریک ہوں اور اس طرح اپنی قوت کو بڑھا کر متحدہ اقوام کے ترقی پسند عوام کی ہمدردی اور مدد حاصل کریں۔ اتحادی کیمپ میں سامراجی عناصر اور ان کی زہریلی اسکیموں کو شکست دینے کی صرف یہی صورت ہے۔ لبنان اور شام کی آزادی نتیجہ تھی عرب عوام کے اتحاد، فرانسیسی آزادی پسند جماعتوں اور امریکہ و برطانیہ کے ترقی پسند حلقوں کے باہمی تعاون کا۔ فلسطین کی آزادی کا بھی یہی راستہ ہے۔

ظاہر ہے کہ کسی جمہوریت پسند کو یہودیوں سے بحیثیت قوم کے کوئی نفرت نہیں ہو سکتی۔ یورپ کے وہ یہودی ہماری پوری ہمدردی کے مستحق ہیں۔ جن پر صرف نسلی تعصب کی بنا پر ہٹلر نے بے انتہا مظالم توڑے ہیں۔ لیکن اس ہمدردی کے اظہار کا طریقہ یہ تو نہیں کہ انہیں فلسطین میں بھیجکر عربوں کو اپنے گھر بار اور ملک سے بے دخل کر دیا جائے۔ فلسطینی عربوں کا ساتھ دار رہنا چاہئیے۔ یہودیوں کو ان کے تمام یورپی ممالک میں بسانے کے حقوق ملنے چاہئیں اور ان کی معاشی مشکلات کو دور کرنا چاہئیے۔ فلسطین میں یہودیوں کا "قومی وطن" بنانا ایک سامراجی چال ہے جس کا مقصد یہودیوں کی بھلائی نہیں بلکہ یہ برطانوی اور امریکی سرمایہ داروں کے منافع کے لئے فریب ہے۔ یہودیوں کو مستقل کر فلسطین میں بھیجنا [illegible] اور عربوں کو ان کے جائز سیاسی اور معاشی حقوق سے محروم رکھنا ہے۔ لیکن اب اس کی کوئی وجہ نہیں۔ اس وقت عرب عوام کے مطالبہ آزادی کے پورے ہونے کے لئے حالات سازگار ہیں۔

اعلان متعلق ذخائر اجناس خوردنی

اجناس خوردنی کے ذخائر کی مقداروں کا محل وقوع اور ان کی نقل و حرکت سے متعلق حکومت کو صحیح اطلاعات بہم پہنچانے کی نسبت محکمہ رسد کا اعلان نشان (۱۸) مورخہ ۸ اردی بہشت [illegible] جریدہ اعلامیہ میں شائع ہو چکا ہے جس میں درج ہے کہ اگر کسی کے قبضہ میں دس من یا اس سے زائد اناج ہو تو وہ اضلاع کی صورت میں پٹیل پٹواریوں اور تحصیلدار صاحبان کو اور بلدہ کی حد تک کوتوال صاحب یا ان کے مقرر کردہ عہدہ دار کو وقتاً فوقتاً اطلاعات دیتا رہے۔

اس صریح حکم کے باوجود محکمہ رسد سے دریافت کیا جا رہا ہے کہ زیر بحث حکم کا اطلاق مختلف اجناس کی مجموعی مقدار پر ہوگا یا کسی ایک جنس کی مقررہ مقدار پر۔ اس لئے عوام کی اطلاعات کے لئے مزید وضاحت کی جاتی ہے کہ چاول، دھان، جوار، باجرہ، گیہوں، مکئی، چنا، دالیں اور چھوٹے دانے دار اجناس کی مجموعی مقدار دس من یا اس سے زیادہ ہو یا ان میں سے کسی ایک جنس کی مقدار دس من یا اس سے زیادہ ہو تو قابض کا فرض ہوگا کہ اعلان نشان (۱۸) مورخہ ۸ اردی بہشت ۱۳۵۲ف میں بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق عہدہ داران مصرحہ صدر کو اطلاع دیتا رہے۔ (حکم مذکور میں من سے مراد چالیس سیر کا من ہے)

اگر کوئی شخص یہ استدلال کرے کہ اس کے پاس کوئی جنس خوردنی دس من سے زائد نہیں ہے گو مختلف اجناس کی مجموعی مقدار دس من سے زائد ہو اور اس لئے اس نے اطلاع نہیں دی تو اس کا یہ استدلال صحیح نہ ہوگا اور شخص مذکور قانون کی زد میں آ جائے گا۔

روسی سپاہ ہنگری سے تیس میل پرے!

ماسکو، ۲۰ مارچ۔ روسیوں نے کل کالیشیا، بوکووینا اور بسربیا کے تینوں صوبوں میں اہم کامیابیاں حاصل کیں۔ مارشل اسٹالن نے ایک فرمان میں اعلان کیا ہے کہ سرخ سپاہ نے کالیشیا کے شہر کولومیری پر قبضہ کر لیا ہے۔ جو [illegible] کی اس صوبہ کی سرحد سے [illegible] ۱۹۴۳ء میں [illegible] نے قبضہ کر لیا تھا۔ صرف تیس میل پرے مارشل اسٹالن نے فرمان میں کولومیری کو کارپیتھین پہاڑ کی طرف [illegible] دفاع کا ایک اہم مقام بتایا ہے۔ اس پر مارشل ژوکوف کے دستوں اور پہلی فوج دستوں نے کل [illegible] کو چال چلکر قبضہ کر لیا۔ پسپا ہوتے ہوئے جرمنوں نے اپنا بہت سا سامان چھوڑ دیا اور متعدد [illegible] طیارے صحیح سالم روسیوں کے ہاتھ آئے۔

کولومیری کی سمت مارشل ژوکوف کی پیشقدمی [illegible] روسی دستوں نے [illegible] اس سے تیس میل شمال میں پار کیا تھا۔

کولومیری سے ۵۰ میل جنوب مشرق میں دوسرے روسی دستوں نے دریائے پرتھ کو پہلی بار پار کر لیا اور [illegible] کی ماجھ [illegible] پر خود [illegible] میں گھس گئے۔ [illegible] جنوب مشرق میں روسیوں نے بسربیا کے اندر اپنی پیشقدمی جاری رکھی۔ جنوبی یوکرین میں جنرل مالینووسکی کے دستوں نے چالیس قصبے اور گاؤں مزید فتح کرنے محاذ جنگ کی اطلاعات میں بتایا گیا ہے کہ روسی اوڈیسہ سے [illegible] میل شمال مشرق میں پہنچ گئے ہیں۔

احمد پریس میں باہتمام سید حسن طبع ہو کر دفتر جنگ ہفتہ وار عثمانیہ سے شائع ہوا۔